برصغیر پاک و ہند میں علمِ حدیث

احمد اقبال ایم اے لیکچرار اسلامیات، سندھ یونیورسٹی

علم حدیث کا تاریخی ارتقاء اور مختلف ممالک اسلامیہ میں اس کی اشاعت ایک بہت وسیع مضمون ہے۔ ہمارے پیش نظر اس وقت صرف برصغیر پاک و ہند میں اس علم کی ابتدائے اشاعت، اس کی نشوونما اور فروغ، اس کی ارتقائی تاریخ اور محدثین کے مختصر احوال پیش کرنا ہے۔

پاک و ہند میں علم حدیث کی اشاعت و توسیع کو اس کے ارتقائی مدارج کے لحاظ سے پانچ ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور آغاز علم حدیث کا ہے جب کہ ہمیں سرزمین عرب سے براہِ سمندر سندھ اور سواحل ہند کے بعض دوسرے خطوں میں صرف رواۃِ حدیث کے ورود اور بعض مقامی محدثین اور ان کے مدارس کا پتہ چلتا ہے۔ اس دور کی ابتدا قرن اوّل سے شروع ہو جاتی ہے۔ جسے ہم سلطان محمود غزنوی کے حملہ یعنی پانچویں صدی ہجری پر ختم کرتے ہیں۔

دوسرا دور سلطان محمود غزنوی کے حملے سے شروع ہوکر آٹھویں صدی پر ختم ہوتا ہے اس میں علم حدیث کی اشاعت و ترویج زیادہ تر درۂ خیبر کے راستے سے آنے والے اصحاب علم کے ذریعہ ہوئی۔ جن کا تعلق بالعموم صوفیا و مشائخ سے تھا۔ اس ضمن میں چند ممتاز محدثین اور ان کی تصانیف آتی ہیں۔

تیسرا دور آٹھویں صدی سے شروع ہوتا ہے جب کہ احمد شاہ اوّل والئ گجرات کے عہد میں عرب و ہند کا بحری راستہ قائم ہوا اور چند اکابر محدثین حجاز، عراق اور ایران سے ہجرت فرماکر یہاں تشریف لائے۔ اور ان کی آمد سے علم حدیث کا تیسرا دور شروع ہوا۔ اس میں گجرات کو

علم حدیث کی مرکزیت کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ ہم اس دور کو علم حدیث کے توسیعی دور کا نام دے سکتے ہیں۔ یہ دسویں صدی کے نصف اول پر ختم ہوتا ہے۔

چوتھا دور چودھویں صدی سے گیارھویں صدی تک کا ہے اس میں علم حدیث کی مرکزیت گجرات سے دہلی منتقل ہوتی ہے۔ ہم اس دور کو اس علم کے استقلالی دور سے موسوم کرتے ہیں اس کی امامت شیخ الہند عبدالحق محدث دہلوی اور مجدد الف ثانی نے فرمائی۔

پانچواں دور جس کا آغاز بارھویں صدی سے ہوتا ہے اس کو ہم علم حدیث کے تکمیلی دور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کی امامت امام العصر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سر ہے اور تا حال جاری ہے۔

پہلا دور قرن اول سے لے کر پانچویں صدی ہجری تک

عرب و ہند کے تجارتی تعلقات تو قبل اسلام ہی سے تھے اسلام کے بعد ان روابط میں مزید اضافہ ہوا اور قرن اول سے ہی مبلغین اور مجاہدین اسلام سواحل سندھ و ہند پہنچے شروع ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے کے بعد سندھ مستقل طور پر خلافت اسلامیہ کا ایک صوبہ ہو گیا اور یہاں صحابہ تابعین اور اتباع تابعین آئے۔ بعض اصحاب بنی ہاشم اموی اور عباسی خلفاء کے خوف سے بھی ہجرت کر کے یہاں سکونت پذیر ہوئے پھر مسلسل اہل علم آتے رہے۔ یہاں وہ مستقل متوطن ہوئے ان کی نسلیں پھیلیں اس طرح یہاں چار صدیوں تک علم حدیث کی اشاعت ہوتی رہی[1]۔ دوسری صدی کے وسط تک تو سندھ مرکزی خلافت سے وابستہ رہا۔ اس کے بعد طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا۔ اور خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں مگر پھر جب یہاں باغیوں کو بالادستی حاصل ہوئی تو کچھ عرصہ کے لئے عام مسلمانوں کا یہاں سے تعلق ختم ہو گیا اس طرح علم حدیث کی اشاعت اور علمائے حدیث کی مساعی زیادہ تفصیلات محفوظ نہ رہ سکیں۔ البتہ چند رواۃ حدیث اور محدثین کے نام اور ان کے مدارس کا ذکر تلاش سے ملتا ہے۔ ذیل میں ہم صرف انہیں محدثین کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے یہاں علم حدیث کی اشاعت میں حصہ لیا۔ وہ حضرات

---

[1] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند عبدالحئ الحسنی ص ۱۳۵

جن کا تعلق تو سندھ و ہند سے تھا مگر وہ ہجرت فرما کر دوسرے ملکوں میں متوطن ہو گئے۔ اور یہاں ان کا فیض عام نہ ہو سکا۔ ان کا ذکر ہم اس مضمون میں نہیں کر رہے ہیں۔

رواۃِ حدیث از اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اصابہ میں مذکور ہے کہ سرباتک ہندی راجے نے اس خیال کا اظہار کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ حضرت اسامہ حضرت صہیب وغیرہ کو خط دیکر اس کے پاس بھیجا[1] اس روایت کی تائید جمع الجوامع سے بھی ہوتی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ صحابیوں کے ہمراہ ایک مکتوب گرامی باشندگان سندھ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اہل سندھ میں بعض نیک دل حکمراں اس خط سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے پانچ صحابیوں میں سے دو اصحاب سندھیوں کا ایک وفد ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں واپس تشریف لے گئے اور باقی تین اصحاب سندھ میں ہی رہ گئے[2]

رواۃِ حدیث از تابعین و اتباع تابعین مورخ بلاذری نے لکھا ہے کہ عہد فاروقی میں عثمان بن ابی العاص الثقفی گورنر بحرین نے اپنے بھائی الحکم بن ابی العاص الثقفی کو بروج[3] کی

---

[1] سرباتک ہندی زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارسل الیہ حذیفہ واسامہ و صہیبا وغیرہم اصابہ بحوالہ تاریخ القرآن۔ از عبدالصمد صارم ص ۶۹

[2] "سرزمین سندھ میں علم حدیث" از مخدوم امیر احمد رسالہ الرحیم جولائی ۶۳ء

[3] بروج جسکو مسعودی نے بروص لکھا ہے اصل میں بھڑوچ ہے جو اس وقت سورت اور بڑودہ کے درمیان ایک ضلع کا صدر مقام ہے بلاذری نے لکھا ہے "بند رکبیر من بتادالہند" علامہ سید سلیمان ندوی نے اسی بھڑوچ کے بارے میں اپنے تاثرات ایک نظم میں ظاہر فرمائے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کے لئے اس کے منتخب حصے پیش کر دیئے جائیں۔

جانتی ہے تو مری تاریخ کا پوشیدہ راز ۔۔۔ تیرے دروازے پر ٹھہرا تھا مرا پہلا جہاز
ہند میں اسلام کے انجام کی آغاز تو ۔۔۔ چار صدیوں تک رہی اسلام کی دمساز تو
رشتہ ہند و عرب تجھ سے ہوا تھا استوار ۔۔۔ تیرے ساحل کا ہر ایک ذرہ ہے اسکی یادگار
اے بھڑوچ اے خاتم انگشت روز تربدا ۔۔۔ عہد ماضی کی تیرے باقی رہے عزت سدا

(تاریخ گجرات از سید ابوالظفر ندوی)

طرف بھیجا تھا۔ ابن الاثیر نے اسد الغابہ میں آپ کو صحابہ کی فہرست میں شمار کیا ہے مگر اکثر اہل حدیث نے آپ کو تابعی کی حیثیت سے قبول کیا ہے اور آپ کی مرویات مراسیل میں شمار ہوتی ہیں۔

سنان بن سلمہ بن المحبق الھذلی۔ اصابہ میں آپ کی پیدائش عہد نبوی میں بیان کی گئی ہے۔ زیاد نے سنہ ۵۰ھ میں آپ کو غزوہ ہند میں بھیجا تھا۔ ابن سعد نے آپ کو تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔

شیخ محدث الربیع بن صبیح السعدی بصرہ کے رہنے والے تھے۔ سعد بن زید مناۃ قبیلہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار تابعین کے طبقہ متوسط سے ہے۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ سنہ ۱۵۹ھ میں خلیفہ المہدی عباسی نے عبدالملک بن شہاب مسمعی کو ہندوستان جہاد کے لئے روانہ کیا اس مہم میں ربیع بن صبیح بھی شریک تھے طبقات ابن سعد میں ہے کہ جہاد کے لئے سمندر کے راستے سے ہند گئے۔ وفات پا جانے پر جزائر ہند کے ایک جزیرہ میں دفن کئے گئے۔ یہ واقعہ خلیفہ مہدی کے ابتدائی ایام سنہ ۱۶۰ھ کا ہے[1]

تہذیب التہذیب میں ہے کہ آپ بصرہ کے پہلے مصنف ہیں صحاح ستہ کی کتاب ابن ماجہ باب الجہاد میں آپ کی روایت کردہ حدیث موجود ہے۔ سفیان ثوری وکیع اور ابن مہدی نے آپ سے روایت کی ہے[2]

موسیٰ بن یعقوب ثقفی اروری سندھی سنہ ۹۳ھ میں محمد بن قاسم کے ساتھ سندھ تشریف لائے۔ سندھ فتح ہونے کے بعد آپ یہاں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے رواۃ حدیث میں سے ہے۔

اسرائیل بن موسیٰ ابو موسیٰ البصری نزیل ہند۔ اتباع تابعین میں سے تھے حضرت امام حسن بصری کے شاگرد تھے۔ ہندوستان کی طرف بکثرت سفر فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا لقب نزیل ہند ہو گیا تھا۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے "کان یسافر الی الہند" امام بخاری نے

---

[1] بحوالہ تاریخ گجرات از سید ابو الظفر ندوی ص ۲۰۰

[2] حاشیہ الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن از مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی

صحیح میں ان سے روایت کی ہے۔

ان مشاہیر رواۃِ حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامی محدثین کے نام بھی ملتے ہیں۔ منصور بن حاتم النحوی۔ ابراہیم بن محمد الدیبلی۔ احمد بن عبداللہ الدیبلی۔ احمد بن محمد المنصوری۔ ابوالعباس بڑے پائے کے محدث تھے۔ امام داؤد ظاہری کے مسلک پر عامل تھے۔ ان کے علاوہ شعیب بن محمد بن الدیبلی۔ علی ابن موسیٰ الدیبلی۔ فتح بن عبداللہ السندی۔ اور محمد بن ابراہیم الدیبلی نے بھی اس علم کی خدمت کی وجہ سے شہرت حاصل کی۔

غرض سلطان محمود غزنوی کے حملہ ہند سے قبل تک سندھ ہی علم حدیث کا مرکز رہا اور یہاں علم حدیث کے ایسے علماء پیدا ہوئے جن کا شمار ممتاز ترین محدثین میں ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ان کے فیض سے نہ صرف ہندوستان میں حدیث کا علم پھیلا بلکہ خود حجاز و عراق کے مرکز علم میں بھی ان کا فیض جاری رہا۔ ایسے ہندی علمائے حدیث کی ایک بہت بڑی فہرست تیار ہو جاتی ہے، جنہوں نے ہند سے ہجرت کر کے عالم اسلام کے دوسرے حصوں میں علم حدیث کی خدمت کی۔ ان میں ابومعشر نجیح سندھی امام فن مغازی و سیر اور رجاء السندی اسفرائینی جن کے لئے حاکم نے لکھا ہے "کان رکن من ارکان الحدیث" خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

دوسرا دور

ہندوستان میں علم حدیث کے ورود کا دوسرا دروازہ درۂ خیبر ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے مسلمان اس راستے سے ہندوستان آنے شروع ہوئے ۴۱۲ھ میں سلطان محمود غزنوی نے لاہور فتح کیا۔ سلطان مسعود کے عہد میں سب سے پہلے محدث شیخ اسمٰعیل لاہور میں تشریف لائے۔ آپ فن حدیث و تفسیر کے جامع تھے۔ ایک خلق عظیم آپ کے ہاتھوں پر مشرف باسلام ہوئی۔ ۴۴۸ھ میں آپ نے لاہور میں وفات پائی۔ تاریخ علماء ہند میں ہے۔

"از عظماء محدثین و مفسرین بود و اوّل کسے است کہ علم حدیث و تفسیر بہ لاہور آورد۔"

شیخ موصوف کے بعد جس بزرگ کا فیض لاہور میں عام ہوا، وہ محدث حسن بن محمد صغانی

کی ذات ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے آبا و اجداد غزنی کے رہنے والے تھے، آپ کے والد نے لاہور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ ۵۷۷ھ میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی، پھر حجاز و عراق میں جاکر علم کی تکمیل کی لغت اور حدیث کے امام قرار پائے اور بغداد میں خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے نام سے حدیث کی ایک کتاب مشارق الانوار تصنیف فرمائی جو مشکوٰۃ کی طرح حدیث کی مختلف کتابوں کا منتخب مجموعہ ہے شارح الکازرونی کی تصریح کے مطابق اس کتاب میں دو ہزار چھیالیس حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ مشارق الانوار کی ترتیب فقہی کتابوں کے طرز کے بجائے احادیث کے ابتدائی الفاظ پر مرتب کی گئی ہے مثلاً مَن موصولہ سے شروع ہونیوالی احادیث اِذ یا اِذا سے، تقریباً لوسے، پوری کتاب بارہ ابواب پر منقسم ہے۔[1] مشارق الانوار کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ بے شمار علماء نے اس کی شرحیں تحریر کیں اور ایک عرصہ تک یہ کتاب ہندوستان مدارس میں داخل نصاب رہی۔

حضرت نظام الدین اولیا نے مشارق الانوار کا درس مولانا کمال الدین زاہد دہلوی سے لیا تھا اور انہوں نے مولانا برہان الدین بلخی سے اور انہوں نے خود مصنف سے یہ کتاب پڑھی تھی۔[2] مشارق الانوار کی شروح میں سید محمد یوسف دہلوی دفین بہ گلبرگہ کی فارسی زبان میں شیخ ... بن عبدالمجید لاہوری کی شرح، سید احمد بن محمد الفریفی الکردی کی فارسی شرح اور تحفۃ الاخیار مصنفہ مولوی خرم علی بلہوری مشہور ہیں[3] صاحب کشف الظنون نے مشارق کی ایک شرح الحلبی کا ذکر کیا ہے[4] مشارق الانوار کے علاوہ فن حدیث میں شیخ موصوف کی دو اور کتابیں بھی معروف ہیں۔ ایک "مصباح الدجی فی حدیث المصطفیٰ" اور دوسری الشمس المنیرہ۔[5]

---

[1] رجال السند والہند مصنفہ قاضی اطہر مبارکپوری ص۱۰۲

[2] تاریخ علماء ہند ص۱۷۳

[3] الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند مصنفہ عبدالحی الحسنی ص۱۵۵

[4] محولہ رجال السند والہند مصنفہ قاضی اطہر مبارک پوری ص۱۰۲

[5] " " " " " "

شیخ حسن بن محمد صغانی کو خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے دربار میں بڑی عزت حاصل تھی۔ خلیفہ نے آپ کو رضیہ سلطانہ ملکۂ ہند کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس سے پہلے شمس الدین التمش کے عہد میں بھی آپ خلیفہ کے سفیر کی حیثیت سے ہندوستان آچکے تھے۔ غرض آپ عالم اسلام کے ذی مقتدر علماء میں سے تھے۔ بغداد، دہلی اور لاہور سب ہی جگہوں پر آپ کا فیض عام ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی اور امام الذہبی نے آپ کو "المنتہی فی اللغۃ" تسلیم کیا ہے دمیاطی نے لکھا ہے "انہ کان اماما فی اللغۃ والفقہ والحدیث"۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ شرف الدین الدمیاطی نظام الدین محمود بن عمر الھروی، محی الدین ابوالبقاء، صالح بن عبداللہ الاسدی الکوفی المعروف بابن الصباغ اور شیخ برہان الدین محمود بلخی ثم دہلوی جیسے علماء شامل ہیں[1] آپ کی وفات ۶۵۰ھ میں ہوئی۔

شیخ برہان الدین محمود دہلوی جو علم حدیث میں امام صغانی کے شاگرد تھے اور علم فقہ کی تعلیم امام مرغینانی صاحب ہدایہ سے حاصل کی تھی، غیاث الدین بلبن کے وقت میں دہلی تشریف لائے دہلی میں آپ مشارق الانوار کا درس دیتے تھے۔ آپ نے آثار النیرین فی اخبار الصحیحین کی شرح تصنیف فرمائی[2]

اسی زمانے کے دوسرے بزرگ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریا ملتانی ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ تھے ان سے طریقۂ سہروردیہ کی خوب اشاعت ہوئی۔ ملتان میں ۵۶۶ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ کمال یحییٰ سے حدیث پڑھی۔ ۵۳ برس تک مدینہ شریف میں حدیث پڑھائی پھر ہندوستان واپس تشریف لائے اور ۶۶۱ھ میں وفات پائی حضرت سے ملتان کے جوار میں علم حدیث کی اشاعت ہوئی۔

مولانا برہان الدین کے شاگرد مولانا کمال الدین زاہد مشارق الانوار کا درس دہلی میں دیتے تھے آپ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث تھے۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کو اپنا امام

---

[1] رجال السند والہند مصنفہ قاضی مبارکپوری ص ۱۰۱

[2] ایضاً۔ اور ترجمہ تذکرہ علماء ہند ص ۱۳۰

مقرر کرنا چاہا مگر آپ راضی نہ ہوئے۔

مولانا کمال الدین سے سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء نے علم حدیث حاصل کیا۔ اور مشارق الانوار کی سند لی۔ مشارق الانوار آپ کو زبانی یاد تھے۔ آپ نے ۷۲۵ھ میں وفات پائی[1]

اسی عہد میں ہمیں حضرت شرف الدین ابوتوامہ بنگال میں علم کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں سنارگاؤں میں آپ کا مدرسہ تھا۔ آپ بڑے پائے کے محدث تھے آپ کے شاگرد شرف الدین احمد بن یحییٰ بہاری بہت مشہور ہوئے جنہوں نے قابل قدر تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ طریقت میں خواجہ نجیب الدین فردوسی دہلوی کے مرید تھے، آپ کی زیادہ تر تصانیف آداب طریقت اور اسرار حقیقت کے بیان میں ہیں[2]

حضرت سلطان المشائخ نظام الاولیاء کے بعد فن حدیث کی اشاعت میں ان کے شاگردوں اور خلفاء نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ جن میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلی، مولانا فخر الدین اور مولانا شمس الدین قابل ذکر ہیں۔ مولانا شمس الدین نے مشارق الانوار کی شرح بھی تحریر فرمائی۔

غرض اس دور میں امام صغانی لاہوری تنہا محدث مصنف ہیں اور مشارق الانوار اس عہد کی تنہا خدمت حدیث ہے۔

ہندوستان میں درۂ خیبر کے راستے سے جو علماء وارد ہوئے وہ اپنے ساتھ زیادہ تر فقہ منطق فلسفہ اور علم کلام لائے۔

فقہ پر چونکہ نظام حکومت کا دارومدار تھا اس لئے یہ سلاطین سے تقرب کا ذریعہ تھا۔ عہد تیموری سے پہلے تک یہاں علم حدیث کا بہت کم رواج تھا۔ چنانچہ تغلق کے زمانے تک حدیث میں صرف مشارق الانوار طلبہ کے زیر درس تھی علامہ سید سلیمان صاحب ندوی مرحوم اس زمانے کے حالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "اس فن شریف کے لاہور و دہلی کے مرکز سلطنت میں زیادہ اشاعت نہ ہونے کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ ان دنوں سفر حجاز کے لئے خشکی کا راستہ مستعمل

---

[1] تذکرہ علماء ہند مترجمہ محمد ایوب قادری ص ۱۳۱

[2] 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۵۲۱

تھا۔ یہ راستہ اس قدر دور دراز اور پُرخطر تھا کہ بمشکل آمد و رفت ممکن تھی، اس طرح مسلمان مرکزِ علم حدیث کے سرچشمہ سے بے تعلق تھے۔

سلاطین اور خدمت علم حدیث

سلاطین دہلی میں محمد تغلق اور فیروز شاہ تغلق علم دین کے بڑے قدرداں تھے۔ محمد تغلق کے زمانہ میں علامہ ابن تیمیہ کے ایک شاگرد شیخ عبدالعزیز الاردویلی ہندوستان تشریف لائے تو سلطان نے خود ان سے حدیث شریف سنی اور ان کی بڑی عزت کی غرض اس کے عہد میں اہل شرع کو بڑا وقار حاصل ہوا۔ برنی لکھتا ہے۔

واز برائے جریان احکام شریعت قاضیان و مفتیان و داہک و محتسبان عہد او را آبروئے بس بسیار و آشنائی تمام آمدہ بود۔

فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں علوم دینیہ کو جو فروغ حاصل ہوا اسکی مثال پورے سلطنت دہلی کے دور میں نہیں ملتی اس عہد میں کئی قابل ذکر فقہی تصانیف کے نام ملتے ہیں۔ جن میں فقہ فیروز شاہی اور فتاویٰ تاتارخانیہ نے شہرت دوام حاصل کی۔ فیروز شاہ کے زمانے کا مشہور شاعر مطہر اپنے ایک قصیدے میں حوض علائی کے مدرسہ کی تعریف ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

گفت ایں مدرسہ و باغ شہنشاہ جہانست — اندر دل آئی کہ یک حسن بہ بینی بہ ہزار
گفتم ایں عالم آفاق جلال الدین است — رومی آں کز لبش رسے کند و روم فخار
راوی ہفت قرأت سندِ چار دہ علم — شارح پنج سنن مفتی مذہب ہر چار
پس شنیدیم ز گفتارش انواع علوم — اخذ کردیم ز تفسیر و اصول و اخبار

ان شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ اور اصول سب ہی علوم دینیہ کو اس عہد میں خاص اہتمام حاصل رہا، مگر سلاطین ہند میں سے جس سلطان کو خاص طور سے علم حدیث کی اشاعت کا شرف حاصل ہوا ہے وہ سلطان محمود بہمنی المتوفی ۷۹۹ھ کی ذات ہے، فرشتہ نے سلطان کے حال میں لکھا ہے۔

وجہت محدثانِ اخبار حضرت نبوی صلعم در شہرہائے کلاں وظائف مقرر کردہ

تیسرا دور آٹھویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک

اس دور میں علم حدیث کی مرکزیت گجرات کو حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کا آغاز مظفر شاہ والی گجرات کے خلف الرشید احمد شاہ اول کے عہد سے ہوتا ہے احمد شاہ نے عرب و ہند کا بحری راستہ دوبارہ قائم کیا جس سے علماء حدیث مرکز علم حجاز و عراق سے یہاں براہ راست آنے جانے لگے۔

سب سے پہلے بزرگ جو علم حدیث کی نعمت ایران سے لیکر گجرات وارد ہوئے وہ مولنا نورالدین احمد شیرازی تھے آپ سید شریف جرجانی کے شاگرد تھے بیہقی کی ان کی سند اتنی عالی تھی کہ وہ حجاز میں پہنچی تو بڑے بڑے محدثین نے اس کو شوق و ذوق کے ساتھ حاصل کیا آپ کے بعد اور بھی بہت سے محدثین گجرات کی سرزمین میں وارد ہوئے، جنہوں نے اس فن شریف کی بڑی خدمت کی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم شخصیت مولانا راجح بن داؤد گجراتی کی ہے۔ جنہوں نے شیخ المحدثین حافظ سخاوی سے شرف تلمذ حاصل کیا تھا اور الفیہ کی سند انہی سے لی تھی سنہ ۹۰۴ھ میں بمقام احمد آباد آپ کی وفات ہوئی۔

حافظ سخاوی کے دوسرے شاگرد مولانا وجیہ الدین ہیں جنہیں گجرات میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور ملک المحدثین کے لقب سے یاد کئے گئے۔ آپ نے شرح نخبۃ الفکر کی شرح تصنیف کی۔ مظفر شاہ حلیم سلطان گجرات کے زمانے میں حافظ سخاوی کے ایک اور شاگرد جمال الدین محمد بن عمر حضرمی آئے۔ سلطان نے آپ کی بڑی تعظیم کی اور ان سے خود سند حدیث حاصل کی مگر اس عہد کی سب سے ممتاز شخصیت جس کے فیض کی شعاعیں سرزمین ہند کے شمالی و جنوبی دونوں حصوں کو منور کرتی رہیں، وہ سید رفیع الدین صفوی شیرازی کی ہے آپ معقولات میں محقق دوانی کے شاگرد تھے اور علم حدیث کی سند شیخ المحدثین حافظ سخاوی سے حاصل کی تھی آپ یہ سرمایہ سعادت گجرات لائے اور حدیث کا درس دینا شروع کیا۔ جوق در جوق طالبان علم آپ کے حلقۂ درس کی زینت بنے۔

سلطان سکندر لودھی نے جس نے کہ آگرہ شہر کی بنیاد رکھی اور اسے اپنا دارالخلافہ بنایا علماء

کی بڑی قدردانی کی اس طرح آگرہ بہت جلد علم و فن کا مرکز بن گیا۔ اگرچہ اس زمانے میں شمالی ہند میں زیادہ زور علوم معقولات پر ہی تھا بالخصوص شیخ عبداللہ تلنبی اور شیخ عزیزاللہ نے ان کے درس و تدریس کے معیار کو بہت بلند کر دیا تھا۔ بادشاہ کی ان علوم سے دلچسپی کا حال یہ تھا کہ وہ شیخ عبداللہ کے درس میں شریک ہوتا تھا۔ سید رفیع الدین صفوی کی شہرت جب عام ہوئی تو سلطان سکندر لودھی نے آپ سے دلی آنے کی درخواست کی۔ آپ گجرات سے دلی اور پھر آگرہ میں سکونت پذیر ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ غرض سکندر لودھی کی علم نوازی سے شمالی ہند میں بھی قال قال رسول اللہ کے نغمے گونجنے لگے۔ سید صفوی کے شاگردوں میں سب سے زیادہ معروف شیخ ابوالفتح تھانیسری ہیں جو غالباً سب سے پہلے ہندوستانی ہیں جو محدث کے لقب سے مشہور ہوئے شیخ ابوالفتح پچاس برس تک علم حدیث کا درس آگرہ میں دیتے رہے آپ کے شاگردوں میں ملا عیسیٰ، مولانا کمال الدین اور ملا بدایونی جیسے علما پیدا ہوئے۔

شیخ ابوالفتح کے ایک معاصر سید عبدالاول حسینی تھے جن کے آباء و اجداد جونپور کے رہنے والے تھے۔ آپ نے گجرات میں تعلیم حاصل کی پھر علم حدیث کی تکمیل کے لئے حجاز تشریف لے گئے وہاں سے پھر گجرات تشریف لائے اور درس حدیث کا سلسلہ جاری فرمایا۔ خانخاناں نے عہد اکبری کے اوائل میں انہیں گجرات سے دلی آنے کی دعوت دی۔ آپ سب سے پہلے ہندوستانی محدث ہیں جنہوں نے ہندوستان میں پوری صحیح بخاری کی مبسوط شرح بنام فیض الباری لکھی، سفر السعادۃ کا خلاصہ بھی آپ نے تالیف فرمایا۔

سید عبدالاول گجراتی کے شاگرد شیخ طیب سندی ہیں۔ اپنے استاد کی طرح آپ اس فن شریف کی خدمت میں مصروف رہے تقریباً پچاس برس تک آپ ایلچ پور اور برہان پور میں درس حدیث دیتے رہے۔ آپ نے ترمذی شریف کی شرح قلم بند فرمائی۔ امام سخاوی کے سلسلہ سند کے ایک محدث جو بہت مشہور ہوئے عبدالملک گجراتی تھے جنہیں بخاری شریف زبانی یاد تھی۔

برّ صغیر پاک و ہند میں علم حدیث کے سلسلے میں دسویں صدی ہجری کے اب تک جن محدثین کا ذکر کیا گیا ہے، وہ زیادہ تر شیخ المحدثین حافظ سخاوی کے سلسلہ تلمذ سے تعلق رکھتے تھے مگر حجاز کے دوسرے شیخ المحدث جن کے ہندی تلامذہ کے فیض نے ہندوستان میں علم حدیث

کے سنہرے دور کا آغاز کیا، وہ ذات گرامی حضرت شیخ الحدیث حافظ ابن حجر ہیتمی کی ہے آپ کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ممتاز ہندوستان کے ستارۂ درخشاں شیخ الحدیث شیخ علی متقی برہانپوری ہیں جنہوں نے ملتان و گجرات سے علم ظاہر و باطن کی تکمیل کی پھر حرمین تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ ابن حجر ہیتمی اور شیخ ابوالحسن بکری سے سند حدیث حاصل کی اور ۹۷۱ھ میں حدیث کی وہ دائرۃ المعارف ترتیب دی جو "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" کے نام سے مشہور ہے آپ کی دوسری تصنیف رسالہ منتخب العمال ہے۔ یہ وہ کتابیں ہیں جن کے بعد امام رزین اور حافظ جلال الدین سیوطی کے مجموعوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ کنز العمال کافی ضخیم ہے، اسمیں جمع الجوامع مصنفہ جلال الدین السیوطی کو جامع الاصول کے طرز پر مرتب کیا گیا ہے۔ شیخ موصوف نے ان دو بڑی کتابوں کے علاوہ متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے اس فن شریف میں تصنیف فرمائے جیسے البرھان فی علامات مہدی آخر الزماں جو العرف الوردی فی اخبار المہدی کی تلخیص ہے اور عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر وغیرہ۔

شیخ ابن حجر ہیتمی کے دوسرے قابل ذکر تلامذہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ مولانا محمد بن عبداللہ المتوفی ۹۹۲ھ گجرات میں مقیم ہوئے

۲۔ سید عبداللہ عیدروس المتوفی ۹۹۰ھ محدث گجرات

۳۔ شیخ سعید حبشی الشافعی محدث گجرات

۴۔ سید مرتضیٰ شریفی جرجانی شاگرد امام ہیتمی آگرہ میں درس حدیث دیتے تھے۔

۵۔ محدث جوہر ناتھ کشمیری نومسلم تھے۔ ملا علی قاری سے سند حاصل کی تھی۔ کشمیر میں درس حدیث دیتے تھے۔

شیخ یعقوب صرفی جنہوں نے شیخ ہیتمی کے علاوہ ابوالحسن بکری اور ملا جامی سے بھی سندات حدیث حاصل کی تھیں۔ بخاری شریف کی شرح تصنیف فرمائی اور مغازی پر کتاب لکھی۔ آپ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سند حدیث حاصل کی۔

اس تیسرے دور میں اس فن شریف کا مرکز بڑی حد تک گجرات رہا پھر گجرات سے یہ فیض شمالی ہند اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں پھیلا۔ اور درس حدیث کے

حلقوں نے بڑی وسعت اختیار کی اور متعدد تصانیف بھی وجود میں آئیں جن میں شیخ علی متقی برہانپوری کی کنز العمال کو سب سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، جو ہندوستان میں مشارق الانوار کے بعد دوسری اہم حدیث خدمت کہلانے کی مستحق ہے۔ غرض ہم اس دور کو علم حدیث کے توسیعی دور کے نام سے منسوب کر سکتے ہیں۔

ائمۂ اربعہ میں بجز امام مالک کے، کہ آپ نے کبھی طلب علم کے لئے مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا (کیونکہ اس وقت خود مدینہ دار العلم تھا اور تمام ممالک کے شیوخ و اساتذہ خود آستانۂ نبوی پر حاضر ہوتے تھے) بقیہ تمام ائمہ کے اسفار علمیہ ثابت ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی ؒ نے طلب علم میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا تھا۔ اور اکثر سال سال بھر کے قریب کم و بیش قیام رہتا تھا۔ اس زمانے میں حج بھی افادہ واستفادہ کا بڑا ذریعہ تھا۔ کیونکہ ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے بڑے بڑے اہل کمال حرمین میں آکر جمع ہو جاتے تھے۔ اور درس و افتاء کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابو المحاسن مرغینانی نے بسند نقل کیا ہے کہ آپ نے بچپن حج کئے تھے۔ علاوہ ازیں ۱۳۰ھ سے لے کر منصور عباسی کے زمانۂ خلافت تک، جس کو چھ سال کا عرصہ ہوتا ہے، آپ کا مستقل طور پر قیام مکہ معظمہ ہی میں رہا۔ امام شافعی کے حدود سفر میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے حسب ذیل مقامات کے نام لئے ہیں۔ مدینہ، یمن، عراق اور مصر۔ امام احمد بن حنبل نے طلب حدیث میں کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، یمن، شام اور جزیرہ کا سفر کیا تھا۔۔ حافظ ذہبی نے مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ میں خود امام محمد کی زبانی نقل کیا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار نحو اور شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور پندرہ ہزار حدیث و فقہ کی تکمیل پر

(مولانا محمد عبد الرشید نعمانی از "امام ابن ماجہ اور علم حدیث")